QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

نظمِ قرآن اور اس کے مترادفات: تجزیاتی مطالعہ

Qur'anic Structure and its Terminological Equivalents: A Critical Analysis

Dr. Muhammad Zakir Hashmi
Lecturer, Dept. of Islamic Studies, Government Islamia Graduate College Sargodha Road Faisalabad. Email: Zakirsb7867@gmail.com
Najeeba kanwal
Lecturer Islamic Studies, Govt. Graduate College for Women Muzaffargarh.
Email: najeebakanwal@gmail.com

The divine arrangement of the Holy Qur'an suggests a profound connection between its sentences, verses ('ayaat'), and chapters ('surahs'). This connection, however, is not explicitly stated ('mansoos') but is derived through scholarly interpretation ('ijtihadi'), which is why varying opinions exist on the matter. Scholars have used various terms to describe this connection, including 'nazm' (order), 'wahdat' (unity), 'rabt' (connection), 'munasibat' (appropriateness), and 'tanasuq' (proportion). This article presents an analytical study of these terms, concluding that the concept of structure within the Qur'an is represented by four primary synonyms: 'tanasuq' (proportion), 'tawafuq' (agreement), 'rubt' (structure), and 'irtibat' (correlation), with 'munaasibat' (relevance) and 'tanasub' (correspondence) being closely related.

Prominent scholars such as Jahiz, Ibn Qutayba, Wasti, Jurjani, Farahi, and Nursi have frequently employed the term "structure" to explore the artistic, internal, rhetorical, and literary coherence within the ayaat and surahs. While Nursi's perspective aligns with this structural approach, Farahi uniquely expands the concept to include both the structural and systematic interrelationships between the verses and chapters.

Scholars who have examined the interrelationship of verses within surahs often prefer the terms "relevance" or "connection." It is important to note that there is a nuanced distinction between "tawafuq" (agreement) used for the correspondence of verses and other terms. Additionally, while "taleef"

DOAJ OPEN GLOBAL TRUSTED
Academic Resource Index ResearchBib
Journament
CiteFactor
اشاریہ اردو جرائد
Electronic Object Identifier
I2OR
Cosmos

(compilation), "tarteeb" (arrangement), and "context" are related concepts, they are not synonymous with the structural analysis discussed here.

Keywords: Poetic Unity, Synonyms, Qur'an, Analysis, Relevance, Superficiality.

تعارف:

قرآن مجید کلام اللہ اور کتاب الٰہی ہے یہ کتاب انسانی کتب کی طرح ابواب، انواع اور فصول پر مشتمل نہیں بلکہ سور وآیات پر مشتمل ہے اس کے اجزاء میں موضوعی، فنی اور معنوی ربط و مناسبت ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟ علماء اسلام نے دیگر علوم القرآن کی طرح اس نوع کو بھی انتہائی اہمیت دی اور صدیوں سے اس پر کام ہوتا چلا آرہا ہے اور مختلف علماء کی اجتہادی بصیرت سے مختلف نظریات سامنے آئے پھر بعد کے علماء نے ان پر بحث و تنقید کی اور ان کی تطبیق، اطلاق، حاصلات اور نتائج پر روشنی ڈالی لیکن چونکہ یہ کتاب الٰہی ہے اس لئے اس کے اسرار و رموز اور عجائبات کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ نظم کے لغوی و اصطلاحی معانی، مترادفات اور قریب المعنی الفاظ کیا ہیں۔ کتب لغت میں نظم کے متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں:

۱۔ ان تمام معانی میں بنیادی اور پہلا معنی موتیوں کو لڑی میں پرونا ہے۔ اور باقی معانی اسی سے ماخوذ ہیں۔ خلیل بن احمد الفراہیدی (م170ھ) نے یہی معنی ذکر کیا۔

"نظمت خرزا بعضه الى بعض فى نظام واحد"[1]

"یعنی نظم کا معنی ہے موتیوں کو لڑی میں پرونا"۔

۲۔ ابن فارس (م395ھ) نے کہا اپنی اصل کے اعتبار سے نظم کسی شئ کی تالیف پر دلالت کرتا ہے اور موتیوں کو لڑی میں پرونے کے معنی میں مستعمل ہے:

"اصل يدلّ على تاليف شئ ونظمت الخرزنظماً"[2]

"نظم اصل میں کسی چیز کو ترتیب دینے کا معنی دیتی ہے محاورتاً کہا جاتا ہے میں نے موتیوں کو لڑی میں پرویا"۔

۳۔ نظم میں خاص موزونیت، ترتیب و ترکیب کے ساتھ قافیہ وردیف کا استعمال ہو تو اسے شعر کہتے ہیں۔ قال ابن فارس ۳۹۵ھ

"ونظمت الشعر والنظام الخيط يجمع الخرز"[3]

"میں نے شعر نظم کیے اور وہ دھاگہ جس میں موتی پروئے جائیں "نظام" کہلاتا ہے"۔

۴۔ موتیوں کے باہمی ربط اور ترتیب میں ایک گونہ خفا بھی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ربط اور مناسبتیں سطحی نظروں سے اوجھل رہتی ہیں یہ اخفا کا معنی بھی نظم کے اطلاقات میں موجود ہے۔ کہا جاتا ہے:

[1] Khalīl ibn Aḥmad al-Farāhīdī, Kitāb al-ʿAyn (Dār Maktabah al-Hilāl, n.d.), 165/8.

[2] Aḥmad ibn Fāris al-Rāzī, Muʿjam Maqāyīs al-Lughah (Beirut: Dār al-Fikr, 1979), 5/443.

[3] Al-Rāzī, Muʿjam Maqāyīs al-Lughah, 5/443.

"في بطنها اناظيم، في بطنهانظامان"

"انظمت الدجاجة وقد نظمت السمكة بيضها"[4]

"یعنی مرغی یا مچھلی کے پیٹ میں انڈے مخفی ہیں"۔

الانظام، ٹڈی وغیرہ کے پیٹ میں انڈوں کو جوڑنے والے ریشے کو کہتے ہیں۔

۵۔ ایک شئ کو دوسری شئ سے جوڑنے سے جو مرکب شئ حاصل ہو وہ بھی نظم کہلاتی ہے اور اس مرکب شئ کی شکل وہیئت کو بھی نظم کہتے ہیں۔ ابن سیدہ کہتے ہیں:

"وكل شئ قرنته بآخراو ضمت بعضه الى بعض فقد نظمته"[5]

"ایک چیز کو جب تم دوسری چیز کے ساتھ جوڑا اور ملایا تو تم نے نظم کیا"۔

لیکن اس جوڑنے اور ملانے سے خاص ربط اور ترتیب سے جوڑنا مراد ہے۔

٦۔ نظم کا ایک معنی قرآنی الفاظ ہیں۔ ملاجیون علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ لفظ کا لغوی معنی چونکہ "رَمْیٌ" ہے پھینکنا اور یہ الفاظ قرانیہ کے شایانِ شان نہیں اس لئے رعایت ادب کے پیشِ نظر نظم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کا معنی موتیوں کو لڑی میں پرونا ہے۔

"وانما اطلق النظم مكان اللفظ رعايةللادب لان النظم فى اللغةجمع اللؤلؤ فى السلک واللفظ هوالرمی"[6]

"وقال السيد الجرجاني: العبارات التى تشتمل عليهاالمصاحف صيغة ولغة"[7]

"سید شریف جرجانی کہتے ہیں مصاحف صیغہ اور لغت کے اعتبار سے جن عبارات پر مشتمل ہیں انہیں نظم کہتے ہیں"۔

۷۔ نظم بمعنی درست طریقہ، سیرت اور عادت بھی مستعمل ہے۔ خلیل کہتے ہیں:

"والنظام : الهدية والسيرة وليس لامره نظام اى ليس له هدى"[8]

نظام عادت اور سیرت کو بھی کہتے ہیں کہا جاتا ہے اس میں کوئی نظام نہیں یعنی اس میں کوئی درست روش اور خاص طریقہ نہیں۔ یہ کسی خاص ڈگر پر نہیں۔

۸۔ ازہری کہتے ہیں نظم ہر چیز میں ہو سکتا ہے۔ حتی کہ اگر کسی نے شکار کو نیزہ مارا اور وہ درست نشانے پر لگا اور اس نے شکار کی ٹانگوں کو پرو لیا تو اس کے لئے بھی نظم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

"كذالک هو فى كل شئ حتى يقال ليس لامره نظام اى لاتستقيم طريقه حتى يقال طعنه

[4]Al-Farāhīdī, Kitāb al-ʿAyn, 8/168.

[5]ʿAlī ibn Ismāʿīl Ibn Sīdah, Al-Ḥakam wa al-Muḥīṭ al-Aʿẓam (Beirut: Dār al-Kutub, 2000), 10/31.

[6]Ibn Abī Saʿīd Mullājiyūn, Nūr al-Anwār fī Sharḥ al-Manār (Karachi: H.M. Saʿīd Company), p. 10.

[7]ʿAlī ibn Muḥammad al-Jurjānī, Kitāb al-Taʿrīfāt (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1983), 1/241.

[8]Al-Farāhīdī, Kitāb al-ʿAyn, 8/166.

بالرمح فانتظم ساقيه اوجنبيه"[9]

الافوہ کہتا ہے:

"تخلی الجماجم والاكف سيوفنا
ورماحنا بالطعن تنتظم الكلى"[10]

" ہماری تلواروں نے ان کی کھوپڑیاں اور ہاتھ اڑادیئے اور ہمارے نیزوں نے ان کے پہلوؤں کا درست نشانہ لیا"۔

زمخشری (م ۱۱۴۳ھ) کہتے ہیں: نظم کا کلام میں استعمال مجازی ہے۔

"النظم فی اللغة جمع اللولو فی السلک ومن المجاز نظم الکلام"[11]

لفظ نظم کا اولین استعمال اور حقیقی معنی تو موتیوں کو لڑی میں پرونا ہے۔ مگر پھر مجازاً الفاظ کو خاص ربط اور ترتیب کے ساتھ رکھنے کے معنی میں استعمال ہوا۔

اس اعتبار سے " نظم " کا لفظ شعر و نثر دونوں کو شامل ہو گا۔

اہل لغت کی تصریحات سے نظم کے درج ذیل معانی معلوم ہوئے:

موتیوں کی لڑی میں پرونا۔ ایک شئ کو دوسری شئ سے ملانا، جوڑنا (تالیف وضم)۔ شعر۔ اخفا۔ چند اجزاء سے مرکب شئ یا اس کی شکل۔ الفاظ قرآن۔ درست طریقہ "سیرت" عادت اور درست نشانہ

المعجم الوسیط میں ایک جامع تعریف یوں کی گئی ہے:

"ومن كل شئ ماتناسقت اجزاءه على نسق واحد"[12]

"ہر شئ جس کے اجزاء کو ایک خاص سلیقہ سے ترتیب دے دیا گیا ہو"۔

نظم کی لغوی تحقیق کی روشنی میں کہا جائے گا کہ کلام میں نظم یہ ہے کہ:

الفاظ کا انتخاب موقع محل کے مطابق ہو، گویا وہ معانی پر محض دلالت کے لئے لیے گئے اتفاقی الفاظ نہیں بلکہ ہر لفظ اپنی جگہ جواہر موتی اور جڑے ہوئے نگینے ہیں۔ پھر ان مفردات کا نسق و ترتیب بھی مخصوص مفاہیم کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہو کہ وہ چند جملوں پر مشتمل صرف ایک تحریر نہ ہو بلکہ ایک مربوط کلام ہو جس کا اول آخر سے اور سابق لاحق سے ایسا جڑا ہو کہ وہ ایک وحدت کی شکل اختیار کر کے ایک حسین ترین موتیوں کا ہار نظر آئے جس کا ایک موتی بھی اگر اپنی جگہ سے ہٹا دیا جائے تو حسن ماند پڑ جائے یا حسن تعمیر کا شاہکار ایک قصر عظیم لگے جس کا ہر پتھر اور زیبائش کا ہر رنگ ایک ایسی مثال پیش کر رہا ہو کہ اس کا ہر جزء بر محل ہو۔ اس ہار کے موتیوں کی ترتیب و تنسیق اور محل کے ہر پتھر کی بندش ایسی دلکش ہو کہ ہر موتی اور ہر پتھر اپنی

---

[9]Al-Azharī, Tahdhīb al-Lughah, 2/284.

[10]Maḥmūd ibn ʿUmar al-Zamakhsharī, Asās al-Balāghah (Beirut: Dār al-Kutub, 1998), 2/284.

[11]Al-Zamakhsharī, Asās al-Balāghah, 2/284.

[12] Ibrāhīm Muṣṭafā, Aḥmad al-Zayyāt, Ḥāmid ʿAbd al-Qādir, Muḥammad al-Najjār, Majmaʿ al-Lughah al-ʿArabiyyah al-Qāhirah, al-Muʿjam al-Wasīṭ (Miṣr: Dār al-Daʿwah), 2/933.

جگہ حسن ورعنائی کی بے مثال تصویر ہو لیکن اگر ان کی ترتیب اور جڑاؤ میں غور کریں اور پھر گہری نظر سے دیکھیں تو حسن وکمال کے نئے نئے باب کھلیں۔

موتیوں کو جب لڑی میں پرو کر ایک ہار تیار کیا جائے تو وہاں اور معانی بھی موجود ہوں گے یعنی موتیوں کو لڑی میں پرونے کے عمل میں جوڑنا بھی ہے۔ درستگی بھی ہے۔ موزونیت اور ترتیب بھی ہے۔ حسن وآراستگی بھی ہے۔ اور اس سے ایک طریقہ کار اور عادت بھی معلوم ہوگی کہ ایک رنگ کے موتیوں کے بعد دوبارہ کس رنگ کا موتی آئے۔ چھوٹے موتی کہاں ہیں بڑے کہاں پھر پرونے والے کا تیار کردہ ہار دلکش اور تعجب خیز ہوگا اور اگر کائنات کے تمام رنگ اور جہاں بھر کے متنوع جواہر ناظم کے دستِ قدرت میں ہوں اور ربط ومناسبت کی حکمتوں میں وہ بے مثال ہو تو اس کی کاریگری کا شاہکار ایسا ہوگا کہ جس کے سامنے عقلیں عاجز آجائیں لہٰذا قرآن کا اعجاز اس کے نظم میں ہے:

”وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ“

"اور اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو پھر اگر نہ لاسکو اور ہم کہہ رہے ہیں۔ کہ تم نہ لاسکو گے"۔

نظم کلام

اب اہل علم کے اس کلام پر غور کیا جائے گا جو انہوں نے نظم کلام اور نظم قرآن کی اصطلاح کی وضاحت میں کیا اور پھر لغوی معانی سے اس کی مناسبت اور موافقت بیان کی جائے گی۔ سید میر شریف جرجانی (م۸۱۶ھ) کتاب التعریفات میں نظم کے لغوی معنی کے بعد نظم کلام کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”تالیف الکلمات والجمل مترتبة المعانی متناسبة الدلالات علی حسب ما یقتضیه العقل“[13]

”الفاظ اور جملوں کو ایسے جوڑنا کہ ان کے معانی کی ترتیب اور دلالات کی مناسبتیں عقلی و منطقی تقاضوں کے مطابق ہوں۔“

عبدالقاہر جرجانی (م۴۷۱ھ) کہتے ہیں: نظم کلام کا مرجع علم النحو ہے اس لئے متکلم و مولف ”ناظم“ تب کہلائے گا جب علم النحو کے تقاضوں کو سمجھے اور پھر ان کے مطابق کلام وضع کرے نحو کے اصول و قوانین پر عمل پیرا ہو، کلام کے مختلف مناہج کی پہچان حاصل کرے مثلاً مبتداء کی خبر کے کتنے طریقے ہیں اور کون سا طریقہ مقام کے مناسب ہے اور کون سا انسب اور پھر ان تقاضوں، اصولوں اور مناہج سے ذرہ بھر بھی انحراف نہ کرے۔

دلائل الاعجاز میں ہے:

”واعلم ان لیس النظم الاان تضع کلامک الوضع الذی یقتضیه علم النحووتعمل علی قوانینه

[13]ʿAlī ibn Muḥammad al-Jurjānī, Kitāb al-Taʿrīfāt (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1983), 2/242.

واصوله وتعرف مناهجه التی نهجت فلا تزیغ عنهاوتحفظ الرسوم التی رسمت لک فلا تخل لشی منها"[14]

"جان لو! کہ نظم کلام بس یہی ہے کہ تم اپناکلام نحوی تقاضوں کے مطابق وضع کرو۔ نحو کے اصول وقوانین پر عمل کرو۔ کلام کے لانے کے مختلف طریقے پہچانو پھر ان سے ذرا بھی نہ ہٹواور اس کے لکھنے اور ترتیب دینے کے رائج طریقوں کا پورا خیال رکھو کہ ذرا بھی خلل نہ آئے۔"

آگے اس کی مزید وضاحت میں لکھتے ہیں:

"وذالک انا لا نعلم شئیاً یبتغیه الناظم بنظمه غیر ان ینظرفی وجوه کل باب وفروقه فینظر الی الخبر۔ الی الوجوه التی تراها فیقولک "زیدمنطلق" و "زیدینطلق"و"ینطلق زید و "منطلق زید" و"زید المنطلق" و"المنطلق زید" و"زید هوالمنطلق" و"زید هو منطلق"[15]

"اور یہ (نظم کلام میں نحو کی رعایت کو ہم نے) اس لئے ضروری قرار دیا کہ ہمارے علم کے مطابق نظم کرتے وقت صرف یہ ہی تلاش کرنا چاہیے کہ کلام کے ہر باب کے مختلف طریقے کیاہیں ان میں فرق کیاہے مثلاً اگر وہ مبتدا کی خبر لانا چاہیے تو اس کی نگاہ میں خبر لانے کی تمام وجوہ ہوں جیسے "زید منطلق" (خبر اسم نکرہ ہے)"زیدینطلق" (خبر نکرہ ہے مگر جملہ فعلیہ)"ینطلق زید" (جملہ فعلیہ کسی ماقبل جملہ کی خبر ہو سکتاہے)"منطلق زید" (خبر مقدم اسم نکرہ)"زید المنطلق" (خبر معرفہ)و"المنطلق زید" (خبر معرفہ)"زید ھو المنطلق" (مبتداء خبر کے درمیان ضمیر فصل)"زید ھو منطلق" (ضمیر فصل اور خبر نکرہ) "۔

اسی طرح انہوں نے شرط وجزا کولانے کی مختلف صورتیں اور ذوالحال کاحال لانے کی مختلف وجوہ کی مثالیں بیان کیں اور کہاکہ ناظم پرلازم ہے کہ ان وجوہ میں سے ہر ایک کامقام پہنچانے اور مقام کے مطابق وجہ کا استعمال کرے اس طرح مختلف حروف جو مشترک معانی میں استعمال ہوتے ہیں ان کی معرفت حاصل کرے پھر ہر معنی کی منفرد خصوصیت پہنچانے اور اس کو اس کے خاص معنی کے مطابق استعمال کرے مثلاً "ما" حال کی نفی کے لئے آتاہے اور"لا" مستقبل کی نفی کے لئے لہٰذا حال کی نفی مقصود ہوتو"ما" لائے اور مستقبل کی نفی مقصود ہوتو"لا" کا استعمال کرے اسی طرح فصل وصل، معرفہ نکرہ، تقدیم وتاخیر، حذف تکرار اور اسم ضمیر اسم ظاہر میں سے ہر ایک کے مقام کو پہچانے اور اسے اسی جگہ پر استعمال کرے۔

جدید علماء میں ڈاکٹر صالح بلعید نے نظم کی تعریف اس طرح کی ہے:

"هو تالیف وضم مجموعة من العناصر المتحده فی العملیة اللغویه لیکون الکلام حسنا حسب خصائص معینةهی"

۱۔ حسن الاختیار لاصوات الکلمة

[14] Abd al-Qāhir ibn ʿAbd al-Raḥmān al-Jurjānī, Dalāʾil al-Iʿjāz fī ʿIlm al-Maʿānī (Al-Dār al-Namūdhajiyyah, Al-Maktabah al-ʿAṣriyyah, n.d.), 11/17.

[15] Abd al-Qāhir ibn ʿAbd al-Raḥmān al-Jurjānī, Dalāʾil al-Iʿjāz fī ʿIlm al-Maʿānī, 11/17.

٢۔ تعليق الكلمة في ذاتها

٣۔ تعليقها بما يجاورها وليس بضم الكلمات كيف ماجاءت

٤۔ مراعاة الموقع النحوى الاصيل حسب ماتقتضيه بيئة العربى

٥۔ مراعاة المعنى المباشر غير المنزاح والمعنى الغير المباشر[16]

چند ایسے عناصر کے مجموعہ کو جوڑنا اور ملانا جو لغوی عمل میں متحد ہوں تاکہ درج ذیل خصوصیات پر مشتمل حسین کلام حاصل ہو۔

١۔ لفظ کی حسین ترین آوازوں کو چنا گیا ہو۔

٢۔ لفظ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی خاص ہو (ایسا نہیں کہ جو بھی لفظ، مطلوبہ معنی کی ادائیگی کے لئے ملا لے لیا)

٣۔ لفظ اپنے سیاق وسباق سے مربوط ہو ایسا نہیں کہ جیسے ترتیب سامنے آئی کردی۔

٤۔ عربی عرف، ماحول اور محاورے کے مطابق نحوی اصولوں کی رعایت کی گئی ہو۔

٥۔ ظاہر اور اجنبی ومخفی دونوں معانی کی پوری رعایت کی گئی ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ نظم کلام یہ ہے کہ الفاظ اور جملوں کی وضع مقتضی الحال کے مطابق ہو، عرب کے محاورے اور عرب کے منقول اصولوں کی رعایت ہو اور بلاغت کے حقیقی معیار پر پورا اترے۔ نظم کا معنی موتیوں کو ہار میں پرونا، جوڑنا اور ملانا، آراستہ کرنا، سلیقے سے ترتیب دینا، اور ستاروں کا جھرمٹ ہے۔ وہ کلام جو مذکورہ بالا خصوصیات پر مشتمل ہو گا وہ بھی اپنی معنوی دلکشی وحاذبیت جامعیت اور فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہونے کی وجہ سے جواہر کے ہار کی مانند ہو گا نظم کے یہ لغوی اور اصطلاحی معانی نظم کے ہر نظریہ میں ماخوذ ہیں۔

نظم کے مترادفات

قرآنی آیات وسور میں ربط وآہنگی اور نظم ومناسبت کی تلاش کا کام دور اول میں ہی شروع ہو گیا تاہم مختلف زمانوں میں، مختلف اہل علم کی زبانوں پر یہ علم مختلف ناموں سے موسوم ہو تا رہا ذیل میں ان تمام الفاظ کا جائزہ لیا جائے گا جو نظم کے مترادف یا کم وبیش معنی میں استعمال ہوتے رہے۔ جیسے مناسبت، توافق، تناسق اور ربط وغیرہ۔

١۔ مناسبت وتناسب

مناسبت باب مفاعلہ ہے اور تناسب باب تفاعل اور ان کی اصل نسبت ہے "ن س اور ب" ان کے حروف اصلیہ ہیں اور نسبت کا معنی قربت ہے محاورہ ہے فلان يناسب فلانا فهو نسيبه اى قريبه۔[17]

زرکشی (م ٧٩٤ھ) نے "علم المناسبة" کا لفظ استعمال کیا۔ زرکشی نے "البرهان فی علوم القرآن" میں دوسری نوع کا نام "النوع الثانى معرفة المناسبات بين الآيات" قرار دیا وہ مناسبت کا معنی مفہوم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"المناسبة فى اللغة المقاربة وفلان يناسب فلانا اى يقرب منه ويشاكله ومنه النسيب الذى

[16]Ṣāliḥ Balʿīd, Naẓariyyat al-Naẓm (Al-Jazā'ir: Dār Hūmah lil-Ṭibāʿah, n.d.), p. 93.

[17]Ismāʿīl ibn Ḥammād al-Jawharī, Al-Ṣiḥāḥ Tāj al-Lughah wa Ṣiḥāḥ al-ʿArabiyyah (Beirut: Dār al-ʿIlm lil-Malāyīn, 1987), 1/224.

هوالقريب المتصل كالاخوين وابن العم ونحوه وان كان متناسبين بمعنى رابط بينهما وهو القرابة ومنه المناسبة فى العلة فى باب القياس الوصف المقارب للحكم لانه اذا حصلت مقاربته له ظن عند وجود ذالک الوصف وجودالحكم۔۔۔ كذالک المناسبة فى فواتح الآى وخواتمها"[18]

"مناسبت کا لغوی معنی ہے قریب قریب ہونا۔ کہا جاتا ہے فلاں فلاں کے مناسب ہے جب وہ اس کے قریب قریب ہو اور اس کا ہم شکل ہو "نسیب" بھی اسی سے نکلا ہے۔ وہ قریبی رشتہ دار جس کا اتصال بھی ہو جیسے بھائی بھائی کا نسیب ہے اور چچازاد، چچازاد کا اور کبھی مناسبت رابطہ کے معنی میں آتا ہے یہ بھی قریب قریب کا معنی دیتا ہے جیسے۔ قیاس میں علت کی مناسبت سے مراد وہ علت ہے جو حکم کے قریب کرنے والی ہو اس لئے کہ جب (مجتهدفيه) حکم میں منصوص حکم والی علت پائی جائے گی تو ظن حاصل ہو گا کہ اس میں بھی وہ حکم موجود ہے (جو اصل اور مقیس علیہ میں ہے) اور جو سورتوں کے آغاز اور اختتام میں آیات کی مناسبت کی بات کی جاتی ہے اس سے بھی یہی (قریب قریب) مراد ہے۔"

زرکشی کہتے ہیں مناسبت عام بھی ہو سکتی ہے خاص بھی، عقلی اور خیالی بھی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ بھی جیسے سبب مسبب، علت معلول، نظیر وغیرہ۔ مزید وہ کہتے ہیں مناسبت کا فائدہ یہ ہے کہ کلام کے اجزا ایک دوسرے کی گردنیں پکڑنے والے بن جاتے ہیں اس سے ربط مضبوط ہوتا ہے۔ اور اس مضبوط عمارت کی طرح بن جاتا ہے جس کے تمام اجزاء ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔ سب سے پہلے امام ابو بکر نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے بغداد میں دوران تدریس "علم المناسبت" کی بنیاد ڈالی جب ان کے سامنے کوئی آیت تلاوت کی جاتی تو وہ پوچھتے:

"لِم جعلت هذه الاية الى جنب هذه؟"

"یہ آیت اس آیت کے پہلو میں کیوں رکھی گئی؟"

"وما الحكمة فى جعل هذه السورة الى جنب هذه السورة؟"

"اور اس سورت کو اس سورت کے پہلو میں رکھنے کی کیا حکمت ہے؟"

اور وہ علماء بغداد کو علم مناسبت سے بے اعتنائی پر ملامت کرتے پھر انہوں نے "علم المناسبت" میں علماء کا اختلاف اور ان کے دلائل بیان کئے اور مختلف آیات اور سورتوں میں مناسبتیں اور ان سے حاصل ہونے والے نکات بیان کیے۔ اور سورتوں اور آیتوں میں ربط کی مختلف قسمیں بیان کیں۔[19]

شیخ ابو جعفر بن زبیر علیہ الرحمۃ (م ۱۳۰۸ھ) نے اسی فن پر مشتمل اپنی کتاب "البرهان فى مناسبة ترتيب سورالقرآن" میں کے نام میں بھی مناسبت کا نام اخذ کیا اور نظم قرآن کو "مناسبت" یا "تناسب" کا نام دیا۔

[18]Badr al-Dīn Muḥammad ibn ʿAbd Allāh al-Zarkashī, Al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Kutub al-ʿArabiyyah, 1957), 1/36.

[19]Al-Zarkashī, Al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 1/36.

برھان الدین بقاعی (م۸۸۵ھ) نے بھی نظم قرآن کو مناسبت کا نام دیا اور اپنی کتاب کے نام میں "نظم و مناسبت" دونوں الفاظ اخذ کرکے ترادف کی دلیل فراہم کی ان کی تصنیف کا نام ہے۔"نظم الدرفی تناسب الا ی والسور"۔

علامہ برھان الدین البقاعی علیہ الرحمۃ نے علم المناسبت کی تعریف یوں کی ہے:

"فعلم مناسبةالقرآن علم تعرف به علل ترتيب اجزائه"[20]

"علم مناسبت ایک ایسا علم ہے جس سے قرآن کریم کے اجزاء (آیات وسورۃ الفاظ جملے) کی ترتیب کے اسباب اور علتیں معلوم ہوتی ہیں۔"

ابوالفرج احمد بن مقری ہمدانی (م۱۰۰۹ء) نے بھی اپنی کتاب کا نام "علم المناسبة" رکھا۔ مذکورہ علماء نے نظم کی بجائے مناسبت و تناسب کا لفظ استعمال کیا۔

۲۔توافق

وَفَقَ يَفِقُ وَفْقًا۔ منشاء ومطلب کے مطابق ہونا اور موافق ہونا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ دو چیزوں کو ملانا جوڑنا اور مطابقت ویکسانیت کا معنی رکھنا۔ کہا جاتا ہے:

"وافق فلان بين الشئين موافقةً ووفاقا"

"التوافق: الاتفاق والتظاہر۔ ابن سيده وفق الشئ مالاءمه۔۔۔ تقول هذا وفقه ووفاقه ووفيقه ووفوقه وسيه وعدله واحد۔۔۔وافقت فلانا على امر كذا اتفقنا عليه معا"[21]

"توافق کے معنی ہیں باہمی موافقت، اتفاق اور ایک دوسرے کی مدد کرنا مضبوط کرنا۔"

ابن سیدہ کہتے ہیں جب ایک شئ دوسری کے مناسب ہو تو کہا جاتا ہے۔ وفق الشئ، اور یہ الفاظ وفق، وفیق، وفوق اور عدل برابر سرابر کے معنی میں ہیں اور وافقت فلانا فی امرکذا کا معنی ہے ہم ایک ساتھ متفق ہوگئے۔ اہل لغت کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ وفق اور توافق بھی نظم و مناسبت کا معنی رکھتا ہے۔

فراء (م۲۰۷ھ) نے رؤوس الآیات کے نظم کے لئے توافق کا لفظ استعمال کیا:

"واعان على ذالک انهاتوافق رؤوس الآيات"[22]

آلوسی (م۱۲۷۰ھ) نے بھی اسی معنی میں توافق کا استعمال کیا۔ فاتحہ کی تفسیر میں انہوں نے عبادت کو استعانت پر مقدم کرنے کی گیارہ وجوہ بیان کیں۔ نویں کے بیان میں کہتے ہیں:

"التاسع ان فی تاخير فعل الاستعانةتوافق رؤوس الآی"[23]

---

[20] Burhān al-Dīn Ibrāhīm ibn ʿUmar al-Biqāʿī, Naẓm al-Durar fī Tanāsib al-Āyāt wa al-Suwar (Hyderabad: Dāʾirat al-Maʿārif, 1969), 1/6.

[21] Muḥammad ibn Makram al-Afrīqī, Lisān al-ʿArab (Beirut: Dār Ṣādir, 1441 AH), 10/382.

[22] Yaḥyā ibn Dabbār al-Farrāʾ, Maʿānī al-Qurʾān (Miṣr: Dār al-Miṣriyyah lil-Taʾlīf wa al-Tarjamah, n.d.), 3/255.

[23] Maḥmūd ibn ʿAbd Allāh al-Ālūsī, Rūḥ al-Maʿānī fī Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm wa al-Sabʿ al-Mathānī (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1415 AH), 1/91.

"تقدم کی نویں وجہ ہے کہ آیتوں کا آخر ایک جیسا کرنے کے لئے عبادت کو استعانت پر مقدم کیا گیا ہے"۔

اسی طرح توافق فواصل میں بھی استعمال کیا گیا۔

قرآنِ کریم میں فواصل اور رؤوس الآیات میں توافق پایا جاتا ہے اور اس کے لئے بسااوقات مخالف اصولوں کا بھی ارتکاب کیا گیا مثلاً ایاک نعبد وایاک نستعین میں رعایتِ فاصلہ کے لئے مفعول مقدم کیا گیا تاکہ العلمین، الرحیم،الدین اور نستعین میں توافق رہے۔

۳۔ربط وارتباط

بعض اہلِ علم نے نظم قرآن کے بیان میں ربط وارتباط کا لفظ استعمال کیا ہے۔

”ربط الشیئ یربطه ربطافهومربوط: شده“[24]

"ربط کا لغوی معنی باندھنا اور جوڑنا ہے کہتے ہیں"۔

مولانا حسین علی الالوانی(م۱۳۶۳ھ) جو نظم قرآن پر کام کرنے والوں میں ایک نمایاں شخصیت ہیں۔انہوں نے نظم کے لئے ”رَبْطاً“ کا لفظ استعمال کیا ہے۔انہوں نے نظم قرآن پر”بلغة الحیران فی ربط آیات القرآن“اور”الدرالمنثورات فی ربط السور والآیات“ تصنیف کیں۔مولانا حسین علی الوانی واں بھچروی نے قرآن کریم کو پانچ گروپوں میں تقسیم کیا ان کے تلمبندرشید مولاناطاہر پنج پیری لکھتے ہیں:

”وقال شیخنا المولی حسین علی نور الله مرقده ان القرآن علی اربعة اقسام فالاول من الفاتحه الی سورة الانعام والثانی منها الی سورة الکهف والثالث من الکهف الی السباء والرابع الی آخر القرآن وکل منها مفتحه بالتحمید“[25]

پہلا گروپ	سورۂ فاتحہ تاسورۃ المائدہ	دوسرا گروپ	سورۂ انعام تاسورۃ بنی اسرائیل
تیسرا گروپ	سورۂ الکہف تاسورۃ الاحزاب	چوتھا گروپ	سورۂ سبا تاسورۃ الناس

مولانا نے سورتوں کے درمیان دوطرح کا ربط قائم کیا۔

۱۔ ربط اسمی ۲۔ ربط معنوی

[24]Al-Afrīqī, Lisān al-ʿArab, 7/302.

[25]Munīr Aḥmad Sayf Allāh, Maulānā Ḥusayn ʿAlī al-Wāniyy ki Uṣūl-i Naẓm al-Qurʾān: Aik Tajziyātī Muṭālaʿah (Al-Aḍwāʾ, Shuʿārah 42, Jild 2, 17 July 2017 .23.(

ا۔ربط اسمی

سورۂ فاتحہ میں فرمایا۔ ہم تیری ہی عبادت کریں گے اور تجھی سے مدد چاہیں گے اور ہم یہودیوں کی طرح گائے کی اور عیسائیوں کی طرح صالحین کی پوجا نہیں کریں گے بلکہ حقوق نساء اور دیگر قوانین کا احترام کر کے اللہ کی طرف سے نزولِ برکات کے خواستگار ہوں گے۔

۲۔ربط معنوی فاتحہ تا انعام کا ربط معنوی یوں بیان کرتے ہیں۔

سورۂ فاتحہ میں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِين''کو صراط مستقیم قرار دے کر بقرۃ میں چار بنیادی مضامین توحید رسالت ،جہاد اور انفاق کا بیان ہوا، اس سورت میں اصلاحی اور انتظامی امور بھی بیان ہوئے۔ توحید کا بیان اور شرک کی تردید کی گئی یعنی شرک اعتقادی، فعلی اور شفاعت قہری کی نفی کی گئی۔ آل عمران میں رسالت سے متعلق شبہات کے ازالہ کے ساتھ شرک اعتقادی کی نفی کر کے جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب دی گئی اور مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر منظم کرنے کے لئے سورۂ نساء میں انتظامی امور بیان کئے گئے۔ نماز کا بطور خاص ذکر کیا گیا کہ نماز امور انتظامیہ میں عمل درامد کے لئے معاون ہے۔ گویا سورۃ بقرۃ کے اصلاحی وانتظامی حصہ کی تشریحات ''النساء'' میں آگئیں درمیان میں شرک اعتقادی اور فعلی کارد کیا گیا۔ سورۃ مائدہ اور انعام میں شرک فعلی کا تفصیلی رد کیا گیا۔ نیز شرک فی التصرف کی تردید ہوئی انعام میں عقلی دلائل اور اعراف میں نقلی دلائل کے ساتھ دعوی توحید کی تصدیق کی گئی۔[26]

کسی بھی عاقل کا کلام معقول ہوتا ہے جو ربط و مناسبت کے بغیر لغو وبے کار شمار ہوتا ہے پھر خالق کا کلام ربط و مناسبت سے خالی کیسے ہو سکتا ہے اور اس ربط میں خاص حکمت اور معانی پنہاں نہ ہوتے تو نزولی ترتیب ہی پر اکتفا کیا جاتا اور ہر سورت اور آیت کو توقیفاً اپنی خاص جگہ اور مقام پر کیوں رکھوایا جاتا۔ اہل علم نے ان تمام روابط پر دقت نظر سے غور کر کے ربط کی تین اقسام بیان کی ہیں۔

ا۔ربط جلی ۲۔ربط خفی ۳۔ربط اخفیٰ

ا۔ربطِ جلی

جلی جَلَا یَجْلُو سے ہے۔ کھولنا، واضح کرنا، ظاہر کرنا۔ ربط جلی سے مراد وہ ربط ہے جو اتنا واضح اور روشن ہو کہ بلا تامل و تفکر سمجھ میں آجائے۔ مثلاً قرآن کریم میں جنت کے ساتھ جہنم کا ذکر، فاسقین کے ساتھ صالحین کا ذکر، عذاب کے ساتھ ثواب کا ذکر ہے ان میں تقابل اور مخالفت ہے۔ اسی طرح:

''يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ''[27]

---

[26]Munīr Aḥmad Sayf Allāh, Maulānā Ḥusayn ʿAlī al-Wāniyy ki Uṣūl-i Naẓm al-Qurʾān: Aik Tajziyātī Muṭālaʿah (Al-Aḍwāʾ, Shuʿārah 42, Jild 2, 17 July 2017.23.(

[27] Surah Al-Aʿrāf, 157:7.

میں "امر" کے بعد "نہی" کا ذکر، کیونکہ جو آمر ہوتا ہے وہ ناہی بھی ہوتا ہے اور یہاں اس سے مراد سید عالم ﷺ کی ذات ہے۔

۲۔ ربطِ خفی

خفا، جلا کا مقابل ہے بمعنی پوشیدگی، چھپا ہونا، وہ ربط جو غور و فکر اور تامل کا محتاج ہو سطحی نظر سے سمجھ نہ آئے اس کے لئے سیاق و سباق ماسیق لاجلہ، حکم کی حکمت وغیرہ پر غور کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً:

"وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ"[28]

اس آیت میں دو حکم ہیں نماز اور زکوٰۃ بظاہر ان میں ربط نظر نہیں آتا کیونکہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی، مگر غور و فکر کرنے سے معلوم ہوگا کہ نماز میں دیگر حکمتوں کے علاوہ ایک حکمت یہ ہے کہ یہ ربوبیت باری تعالیٰ پر اعتقاد پختہ کرتی ہے اب اس ربوبیت کا بار بار اقرار تقاضا کرتا ہے کہ نمازی کا امتحان اور ابتلا ہو کہ وہ سال میں ایک مرتبہ اڑھائی فیصد مال صدقہ کرے گویا زکوٰۃ نماز کی مصدق ہے اور جو صاحبِ نصاب نہیں اس کا زکوٰۃ کی ادائیگی کو فرض سمجھنا ہی ادائیگی کے قائم مقام ہوگا ایک حدیث میں اس ربط کی نشاندہی یوں کی گئی:

"من اقام الصلوٰۃ ولم یود الزکوٰۃ فلا صلوۃ له"[29]

"جس نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ نہ دی تو اس کی نماز بھی نہیں۔"

لہٰذا غور و فکر کرنے سے ربط معلوم ہوگا۔ علاوہ ازیں نماز اور زکوٰۃ میں عبادت ہونے کی مناسبت بھی ہے۔

۳۔ ربط اخفیٰ

اخفی، خفی سے اسم تفضیل ہے انتہائی پوشیدہ۔ ایسے ربط کی تلاش خاصے غور و فکر کی متقاضی ہوتی ہے۔ سورۃ رحمٰن میں ہے:

"کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ"[30]

اس آیت میں "فنا" کو نعمت قرار دیا گیا ہے حالانکہ فنا تو زوال نعمت ہے۔ لہٰذا فنا اور نعمت میں ربط انتہائی پوشیدہ ہے۔ انتہائی تفکر سے چند ربط کی صورتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ اگر دنیا فنا نہ ہو تو غرور کا پیدا ہونا یقینی ہے جس سے ظلم میں اضافہ ہوگا لہٰذا فنا ایک نعمت ہے۔

۲۔ اگر دنیا فنا نہ ہو انسانوں سے بھر جائے اور انسانی قوی اس کو برداشت نہ کرسکیں اس لئے اس کا فنا ہونا نعمت ٹھہرا۔

---

[28] Al-Baqarah: 43:2.

[29] ʿUbayd Allāh ibn Muḥammad al-ʿAbkarī, Al-Ibānah al-Kubrā li-Ibn Baṭṭah (Riyadh: Dār al-Rāyah lil-Nashr wa al-Tawzīʿ, 1994), 2/280.

[30] Al-Raḥmān: 26-28:55.

۳۔ دنیا کے فنا سے عالم بقا کا دروازہ کھلے گا اور دنیاوی نعمتیں بشکل بقا ظاہر ہوں گی اور کوئی نعمت اس وقت تک نعمت نہیں بن سکتی جب تک اس کے زوال کا اندیشہ ہو اور بقا حاصل نہ ہو تو اس فنا سے بڑھ کر کونسی نعمت ہو سکتی ہے جو بقا کا دروازہ کھول دے اور اس کے بعد فنا ہمیشہ کے لئے فنا ہو جائے۔

اجزاء قرآن میں ربط و مناسبت کی چھ صورتیں ہیں

۱۔ سورتوں کا باہمی ربط ۲۔ آیات کا باہمی ربط ۳۔ آیات کے مقدم و موخر کا ربط

۴۔ سور کے فواتح وخواتم کا ربط ۵۔ قرآنِ مجید کی ابتداء وانتہا کا ربط ۶۔ سورت کی ابتدا وانتہا کا ربط

سورتوں کا باہمی ربط

یہ ربط غامض اور دقیق ہے اس کی نسبت آیات کا باہمی ربط اور ایک سورت میں ربط کی تلاش آسان ہے۔ اس ربط کی چند مشکلیں ہیں۔

۱۔ ایک سورت کبھی اپنی ما قبل سورت کا تکملہ یا توضیح و تشریح ہوتی ہے۔ یا ما قبل سورت کے مقصد کے کسی پہلو کا بیان ہوتی ہے ۔ کیونکہ سابقہ سورت کے مقصد کا یہ پہلو اس قدر اہم تھا کہ اس کے بیان کے لئے پوری سورت کی ضرورت تھی۔ سیوطی کہتے ہیں:

> "ان القاعدة التی استقرتها القرآن ان کل سورة تفصیل لاجمال ما قبلها وشرح له واطناب لا یجازه وقد استمر معی ذالک فی غالب سور القرآن طویلها وقصیرها"[31]
>
> " قرآن کریم کی سورتوں میں ربط کی تتبع اور تلاش سے ایک قاعدہ میرے ہاتھ آیا کہ ہر سورت ما قبل سورت کے اجمال کی تفصیل ہے۔ یا کسی وضاحت طلب مضمون کی شرح ہے یا اس کے ایجاز کا تفصیلی بیان ہے۔ چھوٹی بڑی تمام سورتوں میں اکثر ربط کی یہی وجہ میرے ساتھ رہی"۔

مولانا امین احسن اصلاحی کہتے ہیں: "ہر سورۃ زوج زوج ہے"۔ مثلاً سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ نحل کی آیت:

> "إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ"[32]

کی تفسیر ہے۔ سیوطی کہتے ہیں:

الْحَمْدُ لِلّه کی تفسیر وہ تمام سورتیں ہیں جن میں ذکر، دعا اور شکر کا حکم دیا گیا جیسے أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ33رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا34۔۔۔فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ[35]

اسی طرح "رب العالمین" کی تفصیل یہ آیت ہے:

> "اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ"[36] اور یہ آیت

---

[31]Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, Asrār Tartīb al-Qurʾān (Dār al-Faḍīlah lil-Nashr wa al-Tawzīʿ), 1/56.

[32]Al-Naḥl: 124:16.

[33]Al-Baqarah: 186:2.

[34]Al-Baqarah: 286:2.

[35]Al-Baqarah: 152:2.

"هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا"[37]

اسی لئے اس کی ابتدا قصہ آدم علیہ السلام سے کی ہے کیونکہ وہ عالمین کی اشرف واعلیٰ نوع ہے۔

۲۔ کبھی کبھی کوئی سورت بطور جملہ معترضہ ہوتی ہے جیسے بعض آیات۔ اس صورت میں اس سورت کا تعلق اوپر والی سورت سے ہوتا ہے۔

۳۔ کبھی ایک سورت کی اختتامی آیت کے ساتھ اگلی سورت کا ربط ہوتا ہے۔ اسی کو "مناسبة فاتحه السورة لخاتمة ماقبلها" کہتے ہیں۔ زرکشی کہتے ہیں:

"اذا اعتبرت افتتاح كل سورة وجملته في غاية المناسبة لما ختم به السورة قبلها ثم هو يخفى تارة ويظهر اخرى"[38]

"غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہر سورت کے افتتاحیہ کو ماقبل سورت کے اختتامیہ سے انتہائی مناسبت ہے۔ یہ مناسبت کبھی مخفی ہوتی ہے اور کبھی ظاہر۔"

سورۃ واقعہ کا اختتام تسبیح کے حکم پر ہے "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ"[39] اس کے بعد سورۃ حدید کا آغاز تسبیح سے ہے "سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"[40] سورۃ طور کا اختتام "وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُوم"[41] پر ہے اور سورۃ نجم کا آغاز ہے: "وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى"[42] سے ہے۔

۴۔ سورتوں کا ایک باہمی ربط ان کے ناموں کی مناسبت سے ہے۔ کیونکہ ان سورتوں کے مقاصد اور مرکزی مضامین میں مشاکلت ومشابہت ہے۔ جیسے "حوامیم" سات سورتیں ہیں۔ یہ وہ سورتیں ہیں جن کا آغاز کتاب یا کتاب کی کسی صفت سے ہوتا ہے۔ اسے بقاعی اور سیوطی نے "مناسبة اسماء السور لمقاصدها" کا نام دیا ہے۔

اسی طرح سورتوں کا باہمی ربط بھی کبھی توافق فاصلہ کے ذریعے ہوتاہے۔جیسے: "فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ"، "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ"

فواصل کا یہ توافق حیران کن ہے۔ ابن الاصبع نے فواصل قرآن کی چار اقسام بیان کیں ان میں سے ایک "تصدیر ہے" ہے اس کی تین سورتیں ہیں۔

۱۔ فاصلہ کا ماقبل جملہ کے آخری لفظ سے توافق مثلاً:

[36] Al-Baqarah: 21:2.

[37] Al-Baqarah: 29:2.

[38] Al-Zarkashī, Al-Burhān fī ʿUlūm al-Qurʾān, 1/38.

[39] Surah Al-Wāqiʿah, 96:56.

[40] Surah Al-Ḥadīd, 1:57.

[41] Surah Al-Ṭūr, 49:52.

[42] Surah Al-Najm, 1:53.

"أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَى فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ"[43] کا توافق۔

۲۔ فاصلہ کا آیت کے پہلے لفظ سے توافق مثلاً:

"وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ"[44] اور مہتدین کا توافق

۳۔ فاصلہ کا آیت کے درمیان کے کسی لفظ سے توافق مثلاً:

"وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" اسْتُهْزِئَ اور يَسْتَهْزِئُونَ کا توافق۔[45]

سیوطی "اسرار ترتیب القرآن" میں سورۃ مؤمنون اور نور میں مناسبت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

سورۃ مؤمنون میں مومنین کی ایک صفت یہ بیان کی کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں اور نور میں شرم گاہوں کی حفاظت نہ کرنے والوں کے احکام بیان فرمائے جیسے زانی زانیہ، حد قذف، قصہ افک، اور حفاظت فرج کے بقیہ احکام۔اس کے آخر پر کہتے ہیں ولا ارتباط احسن من هذا ولا تناسق ابدع من هذا النسق تناسق کی اصطلاح کلمات کے نظم میں بھی استعمال ہوئی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے تامل تناسق الكلمات فی كل جملة۔

۲۔ آیات کا باہمی ربط:

آیات کا باہمی ربط کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی مخفی، سیوطی علیہ الرحمہ نے اس کے اصول بیان کئے ہیں۔ رابط کبھی عام ہوتا ہے کبھی خاص، کبھی عقلی، کبھی خیالی، کبھی تلازم ہوتا ہے جیسے سبب، مسبب، علت معلول، نظیرین، ضدین، کبھی بعد کی آیات پہلی آیت کی شرح، تفسیر، بدل، تاکید، سوال مقدر کا جواب، جملہ معترضہ یا سابقہ بیان کا تکملہ و تتمہ ہوتی ہے۔ ان صورتوں میں نظم ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن کبھی دونوں آیات بجائے خود مستقبل ہوتی ہیں۔اور دوسری آیت پہلی آیت سے مختلف مضمون رکھتی ہے۔اس صورت میں نظم خفی اور مشکل ہوتا ہے۔ان صورتوں میں دوسری آیت معطوف بحرف عطف ہو گی یا نہیں اگر حرف عطف ہو ان میں سبب مسبب، علت، معلول نظیرین یا ضدین کا ربط ہو گا۔ مثلاً:

"يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا"[46]

اس آیت میں ولوج و خروج اور نزول و عروج کے مابین علاقہ تضاد کا ہے۔سیوطی علیہ الرحمہ نے آیات کے باہمی ربط میں یہ مثال ذکر فرمائی ہے حالانکہ اس مثال میں ایک آیت کا اندرونی ربط بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح قرآن کریم کی عادت ہے کہ عذاب کے بعد ثواب یا برعکس، رحمت کے بعد غضب یا برعکس ترہیب کے بعد ترغیب کا ذکر کرتا ہے ان مقامات پر بھی تضاد کا

---

[43]Surah Al-Baqarah, 16:2.

[44] Surah Āl ʿImrān, 8:3.

[45] ʿAbd al-ʿAẓīm Ibrāhīm al-Muṭṭaghī, Khaṣāʾiṣ al-Taʿbīr al-Qurʾānī wa Samātuhu al-Balāghiyyah (Maktabah Wahbah, 1992), 1/233.

[46]Surah Saba', 2:34.

علاقہ اور ربط ہوتا ہے۔ اور اگر دونوں آیات میں عطف بھی نہ ہو تو وہاں کوئی معنوی قرینہ ہو گا یہ قرینہ تنظیر، مضادہ، استطراد، وغیرہ کا ہو سکتا ہے۔

قرائن کی اقسام

۱۔ تنظیر: یعنی نظیر کو نظیر کے ساتھ لاحق کرنا۔ مثلاً سورۂ انفال آیت نمبر ۴ میں ہے:

"الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ"[47]

آیت نمبر ۵ ہے:

"كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ"[48]

بظاہر ان میں کوئی ربط نہیں۔ مگر غور کرنے سے ربط معلوم ہو گا اور وہ ہے لوگوں کا دو چیزوں کو ناپسند کرنا ایک چیز کا بیان پہلی آیت میں ہے اور دوسری چیز کا دوسری آیت میں قصہ یہ ہے کہ غزوہ بدر کے مال غنیمت کی تقسیم پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا پچھلی آیت میں يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ سے اس کی طرف اشارہ کیا درمیان میں مومنین کی اوصاف بیان کیں اور بتادیا کہ سچے مومن تو ایسے اطاعت شعار ہوتے ہیں۔ پھر ان کی ایک اور ناپسندیدگی کی یاد دلائی (كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ) جب بدر کے لئے مدینہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تھا تو بعض لوگوں نے اسے ناپسند کیا۔

۲۔ مضادہ

یہ ضد اور تضاد سے نکلا ہے یعنی ایک چیز کے بعد اس کی ضد کا ذکر کرنا اس کی مثال سورۂ بقرۃ کی ۶ نمبر آیت ہے۔ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ سے لے کر الْمُفْلِحُونَ تک مومنین کا ذکر کیا اور پھر إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سے کفار کا ذکر کیا اور ایمان و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں و تعرف الاشیاء باضدادھا۔

۳۔ استطراد:

استطراد کا معنی ہے ایک بات بیان کی جائے پھر اس سے کوئی اور بات لازم آئے تو اس کو بھی بیان کر دیا جائے۔ مثلاً سورۃ اعراف میں دانہ کھانے کی وجہ سے سیدنا آدم و حواء علیہما السلام کے لباس اترنے اور پتوں سے ڈھانپنے کا ذکر ہے اور اس کے بعد آیت نمبر ۲۶ میں ہے:

"يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭوَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙذٰلِكَ خَيْرٌ ۭذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ"[49]

زمخشری کہتے ہیں یہ آیت استطراد ہے اور اس میں احسان کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بے پردگی سے بچنے اور زینت کے طور پر لباس عطا فرمایا:

"ھذہ الآیۃ واردۃ علی سبیل الاستطراد عقیب ذکر بدوالسوءات وخصف الورق علیھا اظہارًا

[47] Surah Al-Anfāl, 4:8.

[48] Surah Al-Anfāl, 5:8.

[49] Surah Al-Aʿrāf, 26:7.

للمنة فيما خلق من اللباس ولما في العرى وكشف العورة من المهانة والفضيحة واشعارا بان التستر باب عظيم من ابواب التقوى"[50]

استطراد کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ایک بات بیان کی جائے اس کے بعد ضمناً ایک اور بات بیان کر دی جائے اور پھر دوبارہ پہلی بات کی طرف لوٹا جائے۔ اس مفہوم کی مثال بھی سورۃ اعراف میں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا گیا درمیان میں:

"الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ"[51]

کا ضمناً ذکر کیا یہ آیت نمبر ۱۵۷ ہے آگے پھر قصہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف عود ہو گیا:

"وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰي اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ"[52]

۲۔ حسن تخلص:

یعنی خلاصی پانے کا حسن معنی یہ ہے کہ متکلم ایک مضمون بیان کرے پھر اس کی تکمیل کے بعد حسن کے ساتھ دوسرے مضمون کی طرف لوٹ جائے کہ سامع کو احساس تک نہ ہو۔ اس کی مثال سورۃ شعراء میں ہے: "وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ" سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ"[53] بتوں کو دشمن قرار دیتے ہوئے معبود حقیقی کا استثناء کیا اور پھر اللہ تعالیٰ کی صفات کے بیان میں لگ گئے۔

"إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ۔ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ۔ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ۔ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ۔ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ"[54]

"مگر تمام جہانوں کا پروردگار جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے ہدایت دیتا ہے اور جو کہ وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء دیتا ہے اور وہ جو مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا اور وہ کہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے بروزِ قیامت بخش دے گا۔"

۳۔ ایک آیت کے مقدم ومؤخر میں ربط

اس کی مثال سورۃ فرقان کی یہ آیت ہے: "وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا"[55]

ان دونوں باتوں میں بظاہر کوئی ربط نہیں مگر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ دونوں باتوں کو قدرت کاملہ نے جمع کر دیا ہے کہ وہ خالق ماء اگر نہ چاہے۔ دو دریاؤں کے پانی بھی نہ ملنے دے اور اگر چاہے تو مردوزن کے پانی کے اختلاط سے انسان اور رشتہ داریاں پیدا کر دے۔

---

[50]Maḥmūd ibn ʻUmar al-Zamakhsharī, Al-Kashshāf ʻan Ḥaqā'iq Ghawāmiḍ al-Tanzīl (Beirut: Dār al-Kutub al-ʻArabī, 1407 AH), 2/97.

[51]Surah Al-Aʻrāf, 157:7.

[52]Surah Al-Aʻrāf, 159:7.

[53] Surah Al-Shuʻarā', 77:26.

[54]Surah Al-Shuʻarā', 77-82:26.

[55]Surah Al-Furqān, 54:25.

۴۔ قرآنِ مجید کی ابتدا و اختتام میں ربط

قرآن کریم کا آغاز صراط مستقیم سے ہوا پھر قرآن کریم کا ذکر بقرۃ کے آغاز میں کیا جو صراط مستقیم کے حصول کا ذریعہ ہے۔ پھر پورا قرآنِ کریم اس ہدایت کی وضاحت ہے اور راستے پر چلنے والے کو دشمنوں کے حملہ آور ہونے کا خطرہ رہتا ہے تو "الناس" میں حقیقی بادشاہ کی پناہ گاہ میں آجانے کی طرف اشارہ ہے۔

۵۔ سورتوں کے فواتح اور خواتم میں ربط

مثلاً سورۃ مومنون کا آغاز "قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ" سے ہے اور اختتام "لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ" پر ہے۔ سورۃ ص کا آغاز "ص وَالْقُرْاٰنِ ذِي الذِّكْرِ" سے ہے اور اختتام "اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ" پر ہے اسے عود الی البدء بھی کہتے ہیں۔ سیوطی کہتے ہیں:

"ومن هذا النوع مناسبة فواتح السور وخواتمها وقدا فردت فيه جزءًا الطيفا سميته مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع"[56]

ربط کی ایک قسم سورتوں کے آغاز و اختتام کا ربط ہے میں نے اس باب میں ایک مستقل کتاب بنام "مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع" لکھی ہے۔

۶۔ ہر سورت کی ابتدا و انتہا میں ربط

یہ قسم گذشتہ قسم سے مختلف ہے کیونکہ فواتح و خواتم اور مقاطع و مطالع خاص اصطلاح ہے جس سے مراد سورت کی پہلی آیت اور آخری آیت ہے جبکہ ربط کی چھٹی قسم سے مراد یہ ہے کہ سورت کا آغاز جن مضامین سے ہوا اختتام بھی انہیں مضامین پر ہو، اس میں کوئی بے ربطگی نہیں ہوتی اگر کوئی بے ربطگی نظر آئے تو یہ قلت تفکر کا شاخسانہ ہے۔ سورۃ بقرۃ کا آغاز عقائد کے بیان سے ہوا "الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ" انجام بھی عقائد کے ذکر پر ہوا۔ "كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ" اس ربط سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ ہر سورت کا ایک مرکزی مضمون ہو اور باقی سورت کے مضامین اسی مقصد کے تحت دیکھے جائیں۔ سیوطی (م ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

"قال بعض المتاخرين: الامر الكلى المفيد لعرفان مناسبات الآيات فى جميع القران هو انک تنظر الى الغرض الذى سيقت له السورة وتنظر ما يحتاج اليه ذالک الغرض من المقدمات"[57]

"بعض متاخرین کہتے ہیں کہ پورے قرآن میں مناسبت آیات کی معرفت کے لئے امر کلی (کلیہ قاعدہ) یہ ہے کہ تم اس غرض پر غور کرو جس کے لئے وہ سورت نازل ہوئی۔ پھر اس غرض کے مقدمات پر غور کرو۔"

---

[56] Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, Al-Itqān fī 'Ulūm al-Qur'ān, 3/379.
[57] Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, Al-Itqān fī 'Ulūm al-Qur'ān, 3/376.

پھر یہ دیکھو کہ کون سے مقدمات قریب ہیں اور کون سے بعید، اور ان مقدمات پر کلام کے ضمن میں سامع کے دل میں اٹھنے والے احکام یالوازم اور ان کے تابع امور پر غور کرو جو بلاغت کا تقاضا ہوتے ہیں کہ بلیغ کا کلام ایسا شافی وافی ہو تا ہے کہ سامع کے دل میں اٹھنے والے سوالات کی ساتھ ساتھ تشفی کروادیتاہے۔ یہ وہ کلی قاعدہ ہے جس کے ذریعے قرآن کے تمام اجزاء یعنی سورتوں اور آیتوں کا ربط ضرور واضح ہو جائے گا۔ توربط وارتباط کے تحت جس قدر تعبیرات ذکر کی گئیں ان کے وہی معانی ہیں جو نظم کے ہیں۔

۴۔ تناسق

نسق، نظم کا مترادف ہے لسان العرب میں ہے:

"النسق من كل شئ ماكان على طريقة نظام واحد عام في الاشياء"[58]

"نسق ہر چیز میں ہوتا ہے جو ایک ہی روش اور طریقے پر ہو نسق ہر چیز کو عام ہے۔"

ابن سیدہ نے کہا:

"نَسَّقَهُ: نَظَّمَه على السواء"

نسق، تنسیق، تناسق، انتساق ہم معنی ہیں۔

نحوی حروف عطف کو حروف نسق کہتے ہیں اس لئے کہ عطف کی وجہ سے معطوف اور معطوف علیہ ایک حکم میں ہو جاتے ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

"ناسقوا بين الحج والعمرة"[59]

یعنی "تابعوا وواتروا"

"حج اور عمرہ ایک ساتھ کرو۔"

کسی کے دانت برابر ہوں تو کہا جاتا ہے:

"ثغر نسق ونسق الاسنان: انتظامهافي النبته وحسنِ تركيبها"[60]

"دانت جب اگنے میں برابر ہو اور ان میں حسن ترتیب ہو۔"

ابن منظور کہتے ہیں جب کلام ایک ہی نظم پر ہو تو اس کے لئے نسق و تنظیم کا لفظ استعمال ہو تا ہے۔

التنسيق ،التنظيم والنسق ماجاء من الكلام على نظام واحد مسجع کلام کو بھی نسق کہتے ہیں۔ له نسق حسن۔ ابن العربی کہتے ہیں:

"انسق الرجل اذا تكلم سجعًا"[61]

"نسق الدر وغيره ودرر منسوقة وتنسقت هذه الاشياء تناسقت"[62]

[58] Muḥammad ibn Makram al-Afrīqī, Lisān al-ʿArab (Beirut: Dār Ṣādir, 1441 AH), 10/353.

[59] Ibn al-Jawzī, Fī Gharīb al-Qurʾān, 2/405; and Ibn al-Athīr, Al-Nihāyah, 5/50.

[60] Muḥammad ibn Makram al-Afrīqī, Lisān al-ʿArab, 10/353.

[61] Muḥammad ibn Makram al-Afrīqī, Lisān al-ʿArab, 10/353.

"موتی یا کو اور چیز پرونا، پروئے ہوئے موتی، یہ چیزیں ترتیب وار اور باہم مربوط ہیں"۔

"معجم الوسيط" میں نسق کو نظم کی تعریف میں اخذ کیا گیا:

"النظيم المنظوم ومن كل شئ ما تناسقت اجزاء ه على نسق واحد"[63]

"نظیم منظوم کے معنی میں ہے اور ہر وہ شئ جس کے اجزاء ایک خاص سلیقہ سے ترتیب دیئے گئے ہیں"۔

مترادفاتِ نظم کے تحت ان تمام الفاظ کا احصاء کرنے کی کوشش کی گئی جو مختلف علماء نے قرآنی سورتوں، آیات، جملوں اور الفاظ وغیرہ میں فنی وموضوعی نظم کے لئے استعمال کیے ہیں۔ تناسق کو امام سیوطی نے نظم کے مترادف استعمال کیا ہے ربط سور پر ان کی ایک تصنیف کا نام ہے۔"تناسق الدررفی تناسب السور" ہے وہ کہتے ہیں:

"وقد لخصت منه مناسبات السور خاصة فى جزء لطيف سميته"تناسق الدررفى تناسب السور" [64]

"میں نے سورتوں کی تلخیص ایک جز میں کی ہے اور اس کا نام"تناسق الدرر فى تناسب السور" رکھا ہے۔"

"اسرار ترتيب القرآن" میں بھی نسق بمعنی نظم استعمال کیا۔"عظمت القرآن ووحدته الموضوعيه" کے باب میں وہ فرماتے ہیں کہ قرآن آیات کی عظمت یہ ہے کہ ان کا معنی واضح ہے اسلوب سہل ہے ان سے قانونِ الٰہی مفہوم ہوتا ہے حتی کہ ایک قادر الکلام شخص خیال کرتا ہے کہ وہ بھی ایسا کلام کر سکتا ہے لیکن جب ارادہ کرتا ہے تو عاجز آجاتا ہے۔ اس کی دلیل میں فرماتے ہیں:

"ولهذا كان وصف الوليد بن مغيرة للقرآن واضحًا فى ان نسق القرآن مغاير تمامًا نسق الكلام البشرى"[65]

ابو جعفر غرناطی (م۸۰۷ھ) جو علم نظم ومناسبت کے مدون اول سمجھے جاتے ہیں سورۃ ملک اور سورۃ ن کی مناسبت کے بیان میں فرماتے ہیں:

سورۃ ملک میں ایسے قطعی دلائل بیان ہوئے جن سے آپ ﷺ کی جنوں وغیرہ کی صفات سے تنزیہ ثابت ہوئی جن کے ساتھ کفار آپ کو موصوف کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے نسق موجز اور نظم معجز میں اس تنزیہ کو بیان کیا۔

"فكيف بسطها وايضاحهافى نسق موجز ونظم معجز"[66]

مولانا اشرف علی تھانوی نے ربط آیات پر ایک رسالہ لکھا اور اس کا نام "سبق الغايات فى نسق الايات" رکھا۔

---

[62]Maḥmūd ibn ʿUmar al-Zamakhsharī, Asās al-Balāghah, 2/266.

[63]Majmaʿ al-Lughah al-ʿArabiyyah, Ibrāhīm Muṣṭafā wa Lajnatuh, Al-Muʿjam al-Wasīṭ (Miṣr: Dār al-Daʿwah), 7/933.

[64]Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, Asrār Tartīb al-Qurʾān, 1/21.

[65]Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, Asrār Tartīb al-Qurʾān, 1/21.

[66]Aḥmad ibn al-Zubayr al-Gharnāṭī, Al-Burhān fī Tanāsib Suwar al-Qurʾān (Al-Maghrib: Wizārat al-Awqāf wa al-Shu'ūn al-Islāmiyyah, 1990), 1/341.

بقاعی نے اپنی کتاب کا نام "نظم الدرفی تناسق الآیاتِ والسور" رکھا۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ نظم و مناسبت پر کام کرنے والوں نے نسق و تناسق کا لفظ نظم کے مترادف استعمال کیا۔

چند قریب المعنی الفاظ

اس عنوان کے تحت چند ایسے الفاظ کی وضاحت کی جائیگی جن کو بادی النظر میں نظم کا مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں۔

تنظیم، تالیف، ترتیب:

ابو ھلال عسکری (م ۳۹۵ھ) نے ان تینوں میں فرق بیان کیا ہے:

"التالیف یستعمل فی ما یؤلف علی استقامة او اعوجاج سوی التنظم والترتیب لانهما لایستعملان الاعلی استقامة الترتیب هو وضع الشئ مع شکله والتنظیم هو وضعه جامع ما یظهر به ولهذا استعمل النظم فی العقود والقلائد لان خرزها الوان یوضع کل شئ منها ما یظهر به لون"[67]

"تالیف مطلقاً ملانا اور جوڑنا ہے سیدھا ہو یا ٹیڑھا جبکہ تنظیم و ترتیب میں درستگی اور استقامت ضروری ہے ۔ پھر ترتیب و تنظیم میں بھی فرق ہے۔ ترتیب اجزاء کو یوں جوڑنا ہے کہ اس سے کوئی شکل حاصل ہو جب کہ تنظیم اس طرح جوڑنا ہے کہ ہر ہر جز کا رنگ اور خصوصیت نمایاں ہو اسی لئے ہار کے موتیوں کو پرونے کے لئے تنظیم کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس میں ہر موتی کو ایسی جگہ پر رکھا جاتا ہے کہ اس کا رنگ خوب واضح ہو۔"

ترتیبِ قرآن اور نظم قرآن:

یہ دونوں علوم القرآن کے الگ الگ باب ہیں۔ ترتیب قرآن میں یہ بحث ہوتی ہے کہ آیات اور سور کی موجودہ ترتیب عہد رسالت میں تھی یا نہیں گویا ترتیب کا تعلق "جمع تدوین" سے ہے۔ جبکہ نظم قرآن میں اجزاء قرآن کی ترتیب کی حکمتوں اور ان کے ربط اور مناسبتوں کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ ترتیب ایک طرح سے نظم قرآن کا ایک جزیا جزوی مسئلہ ہے ایک تو اس وجہ سے کہ نظم قرآن پر کام کرنے والے علماء نے اپنی کتب کے ناموں میں ترتیب کا لفظ اخذ کیا۔ جیسے سیوطی کی "اسرار ترتیب القرآن"، "المناسبات وترتیب الآیات والسور" از احمد حسن فرحات حتی کہ ابو جعفر ابن الزبیر کی "البرهان فی مناسبةترتیب سورالقرآن"۔

دوسرے مناسبات پر کلام اس بحث کی فرع ہے کہ آیات و سور کی ترتیب توقیفی ہے یا اجتہادی اس لئے مناسبات پر کلام سے قبل اس قضیہ کو حل کیا جاتا ہے اور یہ بحث نظم قرآن کی کتب میں بھی ہی ہوتی ہے لہٰذا ترتیب سور و آیات ان مباحث کے اعتبار سے نظم و مناسبت کا جز ہے۔

---

[67] Al-Ḥasan ibn ʿAbd Allāh al-ʿAskarī, Al-Furūq al-Lughawiyyah (Miṣr: Dār al-ʿIlm wa al-Thaqāfah), 1/148.

سیاق وسباق اور نظم قرآن:

سیاق وسباق بھی نظم قرآن سے الگ بحث ہے۔سیاق وسباق کا تعلق ایک آیت یا بعض اوقات چند آیات سے ہو سکتا ہے۔ پوری سورت یا پورے قرآن کا ایک سیاق وسباق نہیں ہو سکتا مثلاً سورۃ آل عمران میں جنگ اُحد کے متعلق چند آیات ہیں مگر پوری سورۃ آل عمران کو جنگ اُحد کے تناظر میں نہیں دیکھا جا سکتا جبکہ نظم پوری سورت اور پورے قرآن میں تلاش کیا جاتا ہے۔ ہاں لیکن سیاق وسباق نظم قرآن اور مناسبت کا ایک ذریعہ ہے۔نظم کے لغوی واصطلاحی معانی اور مترادفات ومشتبہات پر بحث کی گئی سعید نورسی نے ان میں سے نظم کا لفظ استعمال کیا ہے تاہم کبھی کبھی وہ ربط ومناسبت کا مادہ بھی ذکر کرتے ہیں۔

نتائج:

نظم کے چار مترادف ہیں؛تناسق،توافق،ربط وارتباط اور مناسبت و تناسب۔اس موضوع پر کام کرنے والے مختلف علمانے مختلف الفاظ استعمال کیے۔ اکثر علمانے نظم کا لفظ استعمال کیا جیسے جاحظ،ابن قتیبہ،واسطی،جرجانی،فراہی اور نورسی۔ نظم کا لفظ استعمال کرنے والے اکثر علمانے آیات وسور کے فنی نظم،داخلی نسق اور بلاغی وادبی ربط پر بحث کی ہے نورسی کا نظم بھی اسی قبیل سے ہے تاہم فراہی نے بھی نظم اور نظام کا لفظ استعمال کیا لیکن ان کا نظم آیات وسور کے باہمی ربط سے متعلق ہے۔جن علمانے آیات وسور کے باہمی ربط پر بات کی انہوں نے زیادہ تر مناسبت یا پھر ربط کا لفظ استعمال کیا اس سے نظم اور ربط ومناسبت میں ایک لطیف فرق حاصل ہوا۔توافق کا لفظ فواصل اور رؤوس آیات کی مناسبتوں کے لیے استعمال ہوا۔تناسق کا باقاعدہ استعمال نہیں ہوا صرف اس موضوع پر کتابوں کے ناموں میں کہیں استعمال ہوا۔ تالیف،ترتیب اور سیاق وسباق نظم کے مترادف نہیں سطحی نظر سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ مترادف ہیں۔